

پردہ غفلت: ڈاکٹر سید عابد حسین

ڈراما نگار کا تعارف:

ڈاکٹر سید عابد حسین کی پیدائش ۲۵ جولائی ۱۸۹۶ء کو بھوپال میں ہوئی جہاں ان کے والد سید حامد حسین کی پوسٹنگ تھی۔ ان کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ وہ ایک دانشور اور رسول سرونٹ کی حیثیت سے بھی بے حد کامیاب رہے اور مختلف عہدوں پر رہ کر اپنی خدمات کا لوہا منوایا۔ کچھ دنوں تک جامعہ ملیہ اسلامیہ میں درس و تدریس کا بھی کام کیا۔ فلسفہ اور اخلاق سے متعلق انہوں نے خود بھی کتابیں لکھیں اور دوسری زبانوں خصوصاً انگریزی زبان سے کتابوں کا ترجمہ بھی کیا۔ انہوں نے جرمن زبان کے مشہور شاعر گیٹے کے ”فاؤسٹ“ کا بھی ترجمہ کیا جو بہت مقبول ہوا۔ فلسفہ اور تہذیب سے متعلق ان کی کتابیں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی داخل نصاب رہی ہیں۔

انہوں نے کئی اور ڈرامے بھی لکھے جن میں ان کی روشن خیالی اور ترقی پسندی نمایاں ہے۔ اس طرح کے ایک اور ڈرامے ”کیا خوب روگی تھا“ کی بھی پذیرائی ہوئی۔ مگر اردو ادب میں ان کی پہچان ایک کتاب ”قومی تہذیب کا مسئلہ“ اور ڈرامہ ”پردہ غفلت“ کے سبب زیادہ ہے۔ وہ آغا حشر اور امتیاز علی تاج کے معاصرین میں شمار ہوتے ہیں۔

ڈرامہ ”پردہ غفلت“ کے متعلق عمومی معلومات

ڈرامہ ”پردہ غفلت“ پہلی بار ۱۹۱۰ء مکتبہ جامعہ لیمپیڈ، نئی دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد ڈرامے کے متعدد ایڈیشن مختلف اداروں سے شائع ہوتے رہے۔ ڈرامے کا تجزیاتی مطالعہ بھی کئی لوگوں نے کیا ہے جن میں سے ڈاکٹر سلیم اختر کا تنقیدی مطالعہ اہم ہے۔ ڈرامے کا ایک ایڈیشن کتابستان لکھنؤ سے بھی شائع ہوا ہے مگر اب یہ دستیاب نہیں ہے۔ ڈرامے کے اہم کرداروں میں میر الطاف حسین (عمر ۶۰ سال) ان کی اہلیہ رقیہ خاتون (عمر ۵۲ سال) ان کی لڑکی صنرا (عمر ۲۲ سال) اور داماد محمد محسن (عمر ۲۷ سال)۔ سرکاری ملازم کلکٹریٹ) ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ ذیلی کردار بھی ہیں اور پس منظر نیز زمانہ بیسویں صدی کے اوائل کا ہے۔ ڈرامے میں چار ایکٹ ہیں اور ہر ایکٹ میں کئی سین ہیں۔

پردہ غفلت کا فنی جائزہ

ڈرامہ ”پردہ غفلت“ ایک معاشرتی اور اصلاحی ڈرامہ ہے۔ تاریخی، نیم رومانی اور ترجمہ شدہ

ڈراموں کے حصار سے باہر نکل کر ایک طبع زاد ڈرامہ لکھنا اور اس میں ڈرامہ نگاری کے قتی تقاضوں جیسے اسٹیج اور تصادم وغیرہ کا اچھی طرح خیال رکھنا، عابد حسین کا قابل تعریف کارنامہ ہے۔

سب سے پہلے تصادم کو دیکھئے کہ آخر ٹکراؤ کی کون سی صورت ابھرتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قدامت پرستی اور روشن خیالی کے درمیان تصادم ہے کیونکہ جو معاشرہ یہاں پیش کیا گیا ہے وہ ایسی ہی کشمکش سے عبارت تھا۔

یہ ڈرامہ موصوف نے اس وقت لکھا جب خلافت تحریک زور پکڑ چکی تھی اور وہ خود انگلینڈ میں تھے۔ یہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی کا زمانہ ہے جب ایک طرف سرسید تحریک کے نتیجے میں روایت سے انحراف کرنے پر توجہ دی جا رہی تھی اور دوسری طرف اسلام یا بصورت دیگر روایت پرستی کے زیر اثر انحراف کی کوئی صورت قابل قبول نہیں تھی۔ گرچہ اس کے سبب مسلم معاشرہ تیزی سے بد حالی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بہر حال یہ معاشرتی بحران ایک خاندان کی کہانی کے وسیلے سے یہاں پیش کیا گیا ہے۔ ظاہری طور پر معاملہ ایک خاندان کے چند افراد کے درمیان جائداد کی تقسیم کا ہے مگر پس پردہ ان فضول رسم و رواج کی کارفرمائی ہے جو صدیوں سے مسلم معاشرے کی جڑوں کو خشک کر رہے ہیں۔ خاندان کے کچھ لوگ روایتی جائداد کی تقسیم چاہتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ اس کو بہتر طور سے کارآمد بنانا اور Utilize کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ٹکراؤ کی صورت ابھرتی ہے مگر جیت روایت پسندوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ مذہب کے پردے میں رہ کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

یہاں عابد حسین کا ایک اور نقطہ نظر بھی سامنے آتا ہے جو عورتوں کی آزادی اور تعلیم سے متعلق ہے۔ مرکزی کردار اور رسول آباد کے زمیندار میر الطاف حسین کا نقطہ نظر کچھ اور ہے۔ جب کہ ایک اور زمیندار شجاعت حسین مرحوم اور ان کے بیٹے منظور حسین کا نقطہ نظر دوسرا ہے۔ دیگر کرداروں مثلاً شجاعت حسین مرحوم کے اتالیق شیخ کرامت علی، شجاعت حسین مرحوم کی جائداد کے منتظم گنگا سہائے ڈل اسکول رسول آباد کے ہیڈ مدرس محمد جواد اور سینتارام مہاجن وغیرہ کے قول و عمل کا نزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بدلتے ہوئے معاشرے میں نئی اور پرانی قدروں کے تصادم کو بخوبی پیش کیا گیا ہے۔

اب اسٹیج کے تقاضوں پر غور کیجئے۔ ڈرامے کے آغاز پر پہلا ایکٹ ملاحظہ ہو جب الطاف حسین اور احمد حسین دونوں بھائی محو گفتگو ہیں:

”میر الطاف حسین اپنے مکان کے سامنے نیم کے درختوں کے سائے میں ایک تکیے دار موٹڈھے پر بیٹھے حقہ پی رہے ہیں۔ ہاتھ میں تسبیح ہے اور وظیفے کا شغل جاری ہے۔ سیدھے ہاتھ پر ایک موٹڈھے پر احمد حسین اور بائیں ہاتھ پر کچھ فاصلے سے ایک چار پائی کی پائنتی پر سینتارام مہاجن بیٹھے ہیں۔“

صاف ظاہر ہے ایک قصبے یا گاؤں کا منظر ہے اور اسی کی مناسبت سے بیٹھنے کا انتظام ہے جس کو آسانی کے

ساتھ اسٹیج پر نقل کیا جاسکتا ہے۔ ابتدا سے ہی الطاف حسین اور احمد حسین میں جو گفتگو ہو رہی ہے وہ مرحوم شجاع حسین کے بیٹے منظور حسین سے متعلق ہے اور اس گفتگو سے ہی تصادم کی صورت ابھرنے لگتی ہے۔ غور کیجئے تو احمد حسین روایت پسند ہیں اور منظور کو صرف اس لیے پسند نہیں کرتے کہ وہ انگریزی میڈیم سے تعلیم یافتہ ہے اور پڑھی لکھی عورت سے شادی کرنے کا قائل ہے۔ دوسرے جانداد کے انتظام میں بھی نئے انداز اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مرحوم شجاعت حسین کی غلط تربیت کو بھی قصور وار ٹھہراتا ہے مگر الطاف حسین میں رواداری بھی ہے اور پرانی تہذیب کا احترام بھی۔ اس لئے وہ شجاعت حسین مرحوم کو برا بھلا نہیں کہنا چاہتے بلکہ اس کے لیے صرف نئے زمانے کو قصور وار مانتے ہیں۔ بہر حال یہی وہ کرمزئی تصور ہے جو پورے ڈرامے میں موجود ہے اور اسی کے اعتبار سے واقعات آگے بڑھتے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ میر الطاف حسین کے مقابلے میں ان کی بیوی رقیہ خاتون کا کردار زیادہ روشن خیالی کی تصویر ہے۔ رہی سعیدہ تو وہ پوری طرح نئے زمانے کی پروردہ ہے اس لیے عورتوں کی آزادی کی حامی ہے، اور مشترکہ خاندان کو فساد کی بنیاد قرار دیتی ہے۔ آخر میں منظور (میر شجاعت حسین کا بیٹا) اور سعیدہ (مرحوم کی بیٹی) کا سفر اختیار کرنا اور شیخ الطاف کا ان کو ہنسی خوشی رخصت کرنا ڈرامے کو انجام تک پہنچاتا ہے۔

مجموعی طور پر جیسا کہ میں نے پہلے ایک اصلاحی ڈرامہ ہے اور روشن خیالی کی طرف سے ہونے والی جدوجہد کا ایک نمونہ ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی زندگی کو اس کی سچائی کے ساتھ قبول کرنے، عصری، سماجی اور معاشرتی مسائل کو ڈرامے جگہ دینے اور ان مسائل کے سبب ابھرنے والے تضادات کو کامیاب مناظر کے ساتھ پیش کرنے اور بالآخر ڈرامے کو ایک المیہ پھولیشن پر ختم کرنے کے سبب عابد حسین کامیاب ہیں۔ دراصل اس سلسلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسٹیج الطاف حسین نے مفاہمت کی راہ اختیار کی ہے اور شکست تسلیم نہیں کی ہے۔ شاید ان عہد کے اعتبار سے یہی انجام زیادہ مناسب تھا۔ یا پھر عابد حسین نے پردہ غفلت سے نکل کر یہی راہ نجات اختیار کرنے میں عافیت سمجھی ہو۔

— ڈاکٹر زرننگار یاسمین

